

شکر: ماہنامہ الرسالہ کے افکار و تحریرات کی روشنی میں

ماہنامہ الرسالہ میں مولانا وحید الدین خاں کی تحریروں سے ۸۰۰ حوالے ۱۹۷۸-۲۰۲۵

یہ مضمون ماہنامہ الرسالہ (۱۹۷۶-۲۰۲۶) میں مولانا وحید الدین خاں کی تحریروں کے ۸۰ حوالوں کی بنیاد پر AI کی مدد سے مرتب کیا گیا مسودہ ہے۔ ہر بات کے بعد دیا گیا نمبر حوالہ جات میں اس شمارے اور صفحے کی نشان دہی کرتا ہے۔ اشاعت سے پہلے علما کی نظر ثانی ضروری ہے۔

ماہنامہ «الرسالہ» کے فکری ذخیرے میں «شکر» کا تصور محض زبانی کلمات کی ادائیگی کا نام نہیں بلکہ یہ پورے دین کی روح، عبودیت کی اصل اور انسانی شخصیت کی گہری داخلی کیفیت کی حیثیت رکھتا ہے۔^{۳-۱} الرسالہ کی تحریروں کے مطابق اسلام کا سنٹرل تھیم (central theme) اور سپر فارمولا شکر اور حمد ہی ہے، جس کا آغاز قرآن کی پہلی آیت «الحمد لله رب العالمین» سے ہوتا ہے اور یہی کیفیت دنیا سے لے کر آخرت تک مومن سے مطلوب ہے۔^۳ انسان جب اس کائنات میں اپنے وجود، لائف سپورٹ سسٹم اور پروردگار کی بے شمار نعمتوں کو شعوری سطح پر دریافت کرتا ہے، تو اس کے نتیجے میں اس کے اندر خالق کے منعم و محسن ہونے کا گہرا اعتراف جنم لیتا ہے، جسے شرعی اور دینی اصطلاح میں شکر کہا گیا ہے۔^{۲، ۴-۶} انسان کے لیے سب سے بڑی عبادت یہی ہے کہ وہ اپنے دل، دماغ اور عمل کے ساتھ اپنے رب کا شکر گزار بندہ بن کر رہے اور ناشکری و لا حمد لله کی منافقانہ نفسیات سے بچ کر ہر حال میں مثبت رویہ برقرار رکھے۔^{۷-۹}

شکر کی حقیقت، لغوی و اصطلاحی تعریف اور ماہیت

الرسالہ میں شکر کی حقیقت واضح کرتے ہوئے اہل لغت اور مفسرین کے حوالے پیش کیے گئے ہیں۔^{۱۰، ۲} عربی لغت کی مستند کتاب «لسان العرب» کے مطابق «الشکر: عرفان الإحسان ونشره» یعنی احسان کی معرفت اور اس کے تذکرے کا نام شکر ہے۔^{۱۰، ۲} علامہ راغب اصفہانی کی «المفردات فی غریب القرآن» کے مطابق شکر کا مفہوم «تصور النعمة وإظهارها» یعنی نعمت کے بارے میں سوچنا اور اس کا اظہار کرنا ہے۔^{۱۰، ۲} اسی طرح مفسر قرطبی نے لکھا ہے کہ «الشکر: معرفة الإحسان والتحدث به» یعنی شکر نام ہے احسان شناسی اور اس کے اعتراف و چرچا کرنے کا۔^{۱۰، ۲} انگریزی میں اس قلبی کیفیت کو گریٹ فل نیس (gratefulness) کہا جاتا ہے۔^{۱۰، ۲}

انسانی اخلاق میں جس صفت کو اعتراف (acknowledgement) کہا جاتا ہے، خدا کی نسبت سے وہی صفت شکر کہلاتی ہے۔^{۱۱، ۴، ۲} مفسر ابوالبرکات النسفی کی تشریح کا حوالہ دیتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ «الإيمان: معرفة المنعم، والشکر: الاعتراف بالنعمة» یعنی ایمان دراصل منعم کی معرفت کا نام ہے اور شکر نعمت کے اعتراف کا نام ہے۔^{۱۳، ۱۲، ۶} انسان اور خدا کے درمیان تعلق کی بنیاد یہی ہے کہ بندہ

مخلوق کے مشاہدے سے خالق کا تعارف حاصل کرے اور اس کے دیے ہوئے انعامات پر دل سے اس کا معترف ہو جائے ۱۳، ۱۲، ۶۔

الرسالہ میں شکر کو محض خارجی یا لفظی تکرار سے بلند کر کے ایک داخلی کیفیت قرار دیا گیا ہے ۱۴، ۲۔
 ۱۵۔ انسان اگر صرف اپنی ذات تک محدود فائدے پر شکر ادا کرے تو یہ شکر کی بہت ناقص صورت ہے کیونکہ کائنات میں رب کا احسان لامحدود ہے، اس لیے محدود احسان کے تصور سے محدود شکریہ پیدا ہوتا ہے جبکہ لامحدود احسان کے ادراک سے لامحدود شکر کا سمندر سینے میں موجزن ہو جاتا ہے ۱۶۔ نیز شکر کا تعلق احساس لذت (sense of enjoyment) سے ہے؛ کائنات میں انسان ہی وہ مخلوق ہے جو لذت کو محسوس کرتی ہے اور موجودہ دنیا میں انسان کو اسی لیے رکھا گیا ہے کہ وہ ان لذتوں کے ذریعے منعم حقیقی کا اعتراف کر کے ابدی جنت کا استحقاق حاصل کرے ۱۷۔ اس کے برعکس جو شخص صرف جانوروں کی طرح کھاپی کر رہ جائے وہ حیوانی درجے کی سطح پر جیتا ہے، جبکہ انسان سے «انسانی درجے کا شکر» مطلوب ہے جو انتہائی شعوری ہوتا ہے ۱۸۔

قرآن و حدیث کی روشنی میں شکر کا مقام

الرسالہ کی نصوص میں قرآنی آیات اور احادیث نبوی کی کثیر اسناد و تشریحات کے ذریعے شکر کی اہمیت واضح کی گئی ہے۔

*** قرآنی آیات کی تعبیر: ** قرآن مجید کا آغاز «الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ» سے ہوتا ہے جو کہ کلمہ شکر ہے اور یہ واضح کرتا ہے کہ تمام تعریفیں اور شکر گزاری صرف اسی خدا کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے ۱۹، ۳۔ سورہ النحل میں حکم دیا گیا: «وَاشْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ إِنَّ كُثْرَ مَا تَعْبُدُونَ» یعنی اللہ کی نعمت کا شکر ادا کرو اگر تم اسی کی بندگی کرنے والے ہو ۲۲۔ سورہ البقرہ میں روزے کا مقصد بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ تاکہ تم گنتی پوری کرو اور اللہ کی بڑائی بیان کرو اور شکر گزار بنو ۲۳، ۲۴۔ سورہ ابراہیم میں نعمتوں کی وسعت بتائی گئی کہ اگر اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو شمار نہیں کر سکتے («وَإِنْ تَعْدُوا نِعْمَتَ اللَّهِ لَا تَحْصُوهَا») ۲۵، ۲۶۔ سورہ التکاثر میں جواب دہی کی تنبیہ ہے: «ثُمَّ لَتَسْأَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ» یعنی اس دن تم سے نعمتوں کے بارے میں ضرور باز پرس ہوگی ۲۷۔ سورہ الاعراف میں

شیطان کے اس دعوے کا ذکر ہے کہ «وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شَاكِرِينَ» یعنی تو ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہیں پائے گا ^{۲۸}۔ سورہ الفاطر اور سورہ یونس میں اہل جنت کے کلمات نقل ہوئے ہیں کہ وہ کہیں گے: «الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَذْهَبَ عَنَّا الْحَزْنَ» اور ان کا آخری قول «أَنَّ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ» ہوگا ^{۲۹-۳۲}۔

*** احادیث نبوی کی روشنی: ** رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسانوں کے ساتھ رویہ خدا کے ساتھ تعلق کا آئینہ دار ہے: «مَنْ لَمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللَّهَ» یعنی جو انسانوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ اللہ کا شکر بھی ادا نہیں کر سکتا ^{۳۳-۳۶}۔ مسند احمد اور صحیح مسلم کی روایت میں مومن کی عجب شان بیان ہوئی کہ اس کے ہر معاملے میں خیر ہے؛ اگر اسے خوشی اور بھلائی ملے تو وہ شکر ادا کرتا ہے جو اس کے لیے خیر ہے، اور اگر تکلیف و مصیبت پہنچے تو وہ صبر کرتا ہے اور یہ بھی اس کے لیے باعث خیر ہے ^{۳۷، ۳۸}۔ بیہقی کی شعب الایمان کی حدیث ہے: «الْحَمْدُ رَأْسُ الشُّكْرِ، مَا شَكَرَ اللَّهُ عَبْدًا لَمْ يَحْمَدْهُ» یعنی حمد شکر کی بنیاد اور اصل ہے، جس نے حمد نہ کی اس نے اللہ کا شکر ادا نہ کیا ^{۳۹}۔ ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ «الْحَمْدُ لِلَّهِ تَمَلُّؤُ الْمِيزَانِ» یعنی الحمد لله کا کلمہ اعمال کے پلڑے کو بھر دیتا ہے ^{۴۰}۔ کھانے کے بعد کی مسنون دعاؤں میں بھی شکر اور اعتراف عجز کا باقاعدہ درس دیا گیا ہے ^{۴۱، ۴۲}۔

مولانا وحید الدین خان کی فکر میں شکر کا مرکزی کردار

الرسالہ کے صفحات میں مولانا وحید الدین خان کی فکر کے چند بنیادی ستون شکر کے ساتھ براہ راست وابستہ نظر آتے ہیں۔

1. ** حمد اسپرٹ اور توحید: ** مولانا کے نزدیک دین کا خلاصہ خدا سے گہرا تعلق ہے اور اس تعلق کا مظہر شکر کا جذبہ ہے ^{۴۳}۔ وہ لکھتے ہیں کہ سچے مومن کا معیار یہ ہے کہ وہ «الحمد لله کی نفسیات» میں جیے، جبکہ اس کے برعکس شکوہ، شکایت اور بے اطمینانی کی زندگی «لا حمد لله کی نفسیات» ہے جو منافقت کے مترادف ہے ^{۴۸، ۴۹}۔ کائنات کے مشاہدے سے حاصل ہونے والی سچی معرفت ہی دراصل انسان کی زبان پر سچی حمد جاری کرتی ہے ^{۴۴، ۴۵}۔

2. ** شکر اور صبر کا باہمی ربط: ** دنیا چونکہ مشقت اور آزمائش کی جگہ ہے («لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي لَبَدٍ»)، اس لیے ناپسندیدہ حالات اور انسانی زیادتیوں پر صبر کیے بغیر شکر گزاری کی اسپرٹ کو قائم رکھنا

ممکن نہیں ^{۴۸-۴۶}۔ مصائب پر صبر کرنا شکرانہ قلب کا ثبوت ہے اور منفی حالات کے باوجود مثبت انداز فکر (positive thinking) کو زندہ رکھنا ہی شکر کا اصل امتحان ہے ^{۴۹، ۴۶، ۳۷}۔

3. ****محبت الہی کا منبع:**** شکر اور محبت الہی لازم و ملزوم ہیں ^{۵۰، ۴۲}۔ جب انسان یہ دریافت کرتا ہے کہ خدا نے اسے عدم سے وجود بخشا، بہترین ساخت پر پیدا کیا اور کائنات کے شاندار لائف سپورٹ سسٹم کے ذریعے اس کی کفالت کی، تو بندے کے اندر رب کے لیے شدید محبت کا سمندر موجزن ہو جاتا ہے اور یہی محبت جب زبان اور طرز عمل پر آتی ہے تو اعتراف اور شکر بن جاتی ہے ^{۳۶، ۲۲، ۵}۔

4. ****تزکیہ اور عبادت کی روح:**** شکر تمام عبادات کا خلاصہ اور افضل ترین عبادت ہے ^{۵۱، ۳۰، ۷}۔ نماز اپنی اصل میں منعم کے انعام کا اعتراف ہے جہاں بندہ اپنے مکمل عجز کا اظہار سجدے کی صورت میں کرتا ہے ^{۵۲}۔ اسی طرح روزہ انسان کو بھوک و پیاس کے احساس کے ذریعے پانی اور غذا جیسی بظاہر عام نعمتوں کی عظمت کا احساس دلا کر شکر گزاری کی اعلیٰ تربیت فراہم کرتا ہے ^{۵۳، ۲۴، ۲۳}۔ زکوٰۃ بھی خدا کی ملی ہوئی نعمتوں پر ایک مالی شکرانہ ہے ^{۵۴}۔

عملی رہنمائی، روزمرہ زندگی کے مظاہر اور قناعت

الرسالہ میں شکر گزاری کو خیالی فلسفے کے بجائے روزمرہ کے مظاہر اور رویوں کے ساتھ جوڑ کر پیش کیا گیا ہے۔

****عام مادی نعمتوں کا شعور:**** روزمرہ ہمیش آنے والی چیزیں مثلاً پیاس لگنے پر پانی کا ملنا، صبح سورج کا طلوع ہونا، تازہ ہوا میں سانس لینا اور آکسیجن کی فراہمی، تھکن کے بعد رات کو گہری نیند آنا اور صبح بیدار ہونا؛ یہ سب ایسے عظیم احسانات ہیں جن کا اگر گہرائی سے ادراک کیا جائے تو انسان شکر کے آنسوؤں میں ڈوب جائے ^{۵۸-۵۵}۔ جیسے انسان اگر سوچے کہ اگر نیند نہ آئے تو آدمی چند دن میں پاگل ہو جائے، تو اس کی زبان بے اختیار رب کے احسان کے گیت گانے لگتی ہے ^{۵۵}۔ اسی طرح جدید دور میں پانی کی شفاف بوتل پر غور کرنا زمین کے نادر لائف سپورٹ سسٹم اور علم الماء کی عکاسی کرتا ہے ^{۵۹}۔

*** چھینک اور شکر کا میکانزم: ** جب کسی کو چھینک آتی ہے اور وہ «الحمد للہ» کہتا ہے تو یہ درحقیقت جسمانی نعمت کی فوری یاد دہانی ہے ۶۰-۶۲۔ ایک نعمت پر شکر ادا کرنے سے ذہن بیدار ہوتا ہے اور انسان کائنات کی دیگر بے شمار نعمتوں پر بھی شکر بجالانے کے قابل ہو جاتا ہے ۶۱۔

*** قناعت کا اصول: ** شکر کے عملی تقاضوں میں سے ایک اہم پہلو «قناعت» ہے ۶۳، ۶۴۔ قناعت کا مطلب یہ ہے کہ انسان ان حالات سے مطابقت پیدا کر کے رہے جنہیں وہ بدل نہیں سکتا، اور جو کچھ ملا ہوا ہے اس پر مطمئن رہے ۶۳، ۶۴۔ جو شخص ملے ہوئے پر راضی نہیں ہوتا وہ حرص اور ناشکری کا شکار ہو کر بقیہ صلاحیتوں کو بھی گنوا بیٹھتا ہے ۶۵، ۶۴۔

*** بندوں کا شکریہ اور انا کی نفی: ** اکثر لوگ کسی انسان کا احسان اس لیے تسلیم نہیں کرتے کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ اس سے وہ محسن کے سامنے چھوٹے ہو جائیں گے ۳۳، ۶۶۔ شیطان انسان کے اندر تکبر ابھار کر اسے احسان مندی سے روکتا ہے، حالانکہ جو شخص انسانوں کے احسانات کا معترف نہیں ہوتا وہ دراصل اپنے اندر سے اعتراف کی صلاحیت ہی ختم کر دیتا ہے اور بالآخر خدا کے شکر سے بھی محروم ہو جاتا ہے ۳۳، ۶۶، ۶۶۔

*** رسمی کلچر کے بجائے شعوری بیداری: ** الرسالہ کے مطابق محض زبان سے الحمد للہ کہہ دینا کافی نہیں اگر دل میں شکر کا احساس نہ ہو ۴۱، ۶۴، ۶۸۔ عرب معاشرے میں گفتگو کے دوران تکلفاً بولے جانے والے الفاظ اور بغیر سمجھے دہرائی جانے والی دعائیں ایک رسمی کلچر کی علامت ہیں، جبکہ مطلوب یہ ہے کہ لفظ کے چھبے گہری شعوری معرفت کا فرما ہو ۸، ۴۱، ۶۸۔ اسی طرح کسی خاص جغرافیائی خطے (جیسے دہلی وغیرہ) میں پیدا ہونے کو فخر بنا کر الحمد للہ کہنا درست فہم نہیں کیونکہ تمام خطے خدا کے ہیں اور اصل شکر زندگی اور وجود کے ملنے پر ہونا چاہیے ۶۹۔

الرسالہ کے ادوار میں موضوع کا ارتقاء (۱۹۷۸ء تا ۲۰۲۵ء)

الرسالہ کی فائلوں کا جائزہ لینے سے ظاہر ہوتا ہے کہ شکر کا موضوع آغاز سے لے کر آخری شماروں تک مختلف فکری پہلوؤں کے ساتھ مسلسل پروان چڑھا ہے۔

*** ابتدائی دور (۱۹۷۸ء تا ۱۹۸۹ء): ** اس دور میں شکر کو بنیادی طور پر ذکر الہی، عبدیت کی اصل، معرفت کی کنجی اور روزے جیسے احکام کے تربیتی مقاصد کے تحت بیان کیا گیا ^{۱، ۲، ۳، ۴، ۵}۔ اس بات پر زور دیا گیا کہ محض وظائف کی گنتی اصل دین نہیں بلکہ شعوری ہستی کا نذرانہ پیش کرنا شکر ہے ^{۱۴}۔ دنیا کی نعمتوں کے ادراک سے آخرت کی جنت کے استحقاق کا تعلق بھی اسی زمانے کی تحریروں میں واضح کیا گیا ^۷۔

*** درمیانی دور (۱۹۹۰ء تا ۲۰۰۹ء): ** نوے کی دہائی اور اکیسویں صدی کی پہلی دہائی میں شکر کے موضوع میں کائناتی سائنس، نفسیاتی تجزیے اور دقیق لغوی تشریحات کا اضافہ ہوا ^{۲، ۵۶، ۵۹}۔ حدیث «من لم یشکر الناس» کی نفسیاتی اور اخلاقی بنیادوں پر مفصل بحثیں سامنے آئیں ^{۳۳، ۳۴}۔ اسی دور میں «صبر اور شکر» کے دو طرفہ خیر کے اصول، روزے کی تربیتی افادیت، اور لسان العرب و راغب اصفہانی کے حوالوں سے شکر کی علمی و لغوی تعریفات تحریروں کا خاص حصہ بنیں ^{۲، ۳۸، ۳۹}۔

*** پختہ اور آخری دور (۲۰۱۰ء تا ۲۰۲۵ء): ** اس دور میں شکر کو باقاعدہ «اسلام کا سنٹرل تھیم»، «حمد کلچر» اور «تحدیث نعمت» کی اصطلاحات کے تحت نظام زندگی کے طور پر پیش کیا گیا ^{۳، ۳۱، ۳۹، ۵۷}۔ دنیا کو «دار الکبد» (مشقت کا گھر) قرار دے کر منفی حالات میں مثبت سوچ اور صبر کے ساتھ حمد الہی میں جینے کی گہری فلسفیانہ وضاحتیں کی گئیں ^{۳۶-۳۸}۔ سورہ الزمر اور سورہ یونس کے حوالے سے یہ تصور نکھار کر سامنے لایا گیا کہ دنیا میں ادا کی جانے والی حمد جزوی ہے اور یہی حمد جنت میں اہل ایمان کا مستقل اور لامتناہی مشغلہ بن جانے کی ^{۳۲، ۴۳-۴۵}۔ مئی ۲۰۲۱ء اور بعد کے شماروں میں مولانا کی اپنی سادہ اور شاکرانہ زندگی کے مشاہدات بھی سامنے آئے کہ کس طرح سادگی، صبر، اور تفکر ان کے شب و روز کا حصہ تھے ^{۴۶، ۴۷}۔ جولائی ۲۰۲۵ء کی تحریروں میں سائنسی ڈیٹا اور کائناتی تخلیق کے حقائق کے ذریعے حمد و شکر کے فکری پہلو پر زور دیا گیا ^{۴۸}۔

تقابل: دنیا میں شکر اور آخرت میں حمد

الرسالہ میں موجودہ دنیا کی زندگی اور اخروی زندگی کے مابین شکر اور حمد کے تعلق کی ایک نہایت وقیع حکمت بیان کی گئی ہے ^{۴۳، ۴۴}۔ اس کائنات میں انسان اپنی تمام تر محدودیتوں (limitations) کے

درمیان رہتا ہے اور اسے ہر چیز ضرورت کے مطابق دی گئی ہے ^{۴۳، ۴۴}۔ اس بنا پر دنیا میں انسان جو شکریا حمد ادا کرتا ہے وہ ایک ابتدائی نوعیت کا اعتراف ہوتا ہے ^{۴۳، ۴۴}۔ تاہم جو شخص اس آزمائش گاہ میں مشقتوں اور محرومیوں کے باوجود خدا کی عظمت کا معترف رہا اور شاکرانہ مزاج کے ساتھ جیتا رہا، وہ ان پاکیزہ روحوں میں شامل ہو جاتا ہے جنہیں جنت کے ابدی انعامات کے لیے منتخب کیا جانا ہے ^{۱۷، ۳۰، ۷۹}۔

آخرت کی لامحدود دنیا میں جب اہل ایمان جنت میں داخل ہوں گے، تو وہاں نعمتیں خدائی میزبانی (divine hospitality) کے طور پر درجہ اشتہاء میں حاصل ہوں گی ^{۴۴}۔ اس وقت انسان پر کلماتِ الہی کی انتہائی وسعتیں آشکار ہوں گی اور وہاں اہل جنت کا مستقل مشغلہ »حمد کلچر« بن جائے گا ^{۴۴، ۷۵}۔ وہ پکار اٹھیں گے کہ تمام شکر اس خدا کے لیے ہے جس نے غم کو ہم سے دور کر دیا اور اپنا وعدہ سچ کر دکھایا ^{۳۰، ۳۱، ۸۰}۔ یوں الرسالہ کی رو سے، شکر محض ایک وقتی احساس یا مخصوص فریضہ نہیں بلکہ یہ مومن کے دنیا کے سفر کا توشہ اور اس کے اخروی وجود کا ابدی ترانہ ہے ^{۳، ۳۰، ۳۲}۔

حوالہ جات

- ۱۔ الرسالہ، مئی ۱۹۸۹، صفحہ ۵
- ۲۔ الرسالہ، ستمبر ۲۰۰۸، صفحہ ۱۴
- ۳۔ الرسالہ، اگست ۲۰۱۲، صفحہ ۳۵
- ۴۔ الرسالہ، جنوری ۲۰۰۸، صفحہ ۴
- ۵۔ الرسالہ، جون ۲۰۱۲، صفحہ ۳
- ۶۔ الرسالہ، نومبر ۲۰۱۴، صفحہ ۸
- ۷۔ الرسالہ، اکتوبر ۱۹۹۲، صفحہ ۸
- ۸۔ الرسالہ، جنوری ۲۰۱۵، صفحہ ۲۰
- ۹۔ الرسالہ، ستمبر ۲۰۲۲، صفحہ ۳۹
- ۱۰۔ الرسالہ، ستمبر ۲۰۲۲، صفحہ ۵
- ۱۱۔ الرسالہ، ستمبر ۲۰۱۱، صفحہ ۱۱
- ۱۲۔ الرسالہ، فروری ۲۰۱۲، صفحہ ۴۱
- ۱۳۔ الرسالہ، ستمبر ۲۰۱۹، صفحہ ۱۳
- ۱۴۔ الرسالہ، ستمبر ۱۹۷۸، صفحہ ۱۴
- ۱۵۔ الرسالہ، مئی ۲۰۱۹، صفحہ ۱۰
- ۱۶۔ الرسالہ، جولائی ۱۹۸۸، صفحہ ۳۱
- ۱۷۔ الرسالہ، اگست ۲۰۰۸، صفحہ ۶
- ۱۸۔ الرسالہ، اپریل ۲۰۰۹، صفحہ ۸
- ۱۹۔ الرسالہ، ستمبر ۱۹۹۵، صفحہ ۴
- ۲۰۔ الرسالہ، جون ۱۹۹۶، صفحہ ۲۲
- ۲۱۔ الرسالہ، جون ۲۰۱۵، صفحہ ۳۳
- ۲۲۔ الرسالہ، ستمبر ۲۰۱۱، صفحہ ۴
- ۲۳۔ الرسالہ، دسمبر ۱۹۷۹، صفحہ ۲۰
- ۲۴۔ الرسالہ، اکتوبر ۲۰۰۸، صفحہ ۲
- ۲۵۔ الرسالہ، جولائی ۲۰۱۳، صفحہ ۳۱
- ۲۶۔ الرسالہ، جولائی ۲۰۲۳، صفحہ ۸
- ۲۷۔ الرسالہ، جنوری ۲۰۱۵، صفحہ ۸
- ۲۸۔ الرسالہ، ۲۰۰۹، صفحہ ۳
- ۲۹۔ الرسالہ، جولائی ۱۹۸۲، صفحہ ۲۹
- ۳۰۔ الرسالہ، مارچ ۲۰۱۱، صفحہ ۳
- ۳۱۔ الرسالہ، فروری ۲۰۱۶، صفحہ ۲۶
- ۳۲۔ الرسالہ، فروری ۲۰۱۸، صفحہ ۷
- ۳۳۔ الرسالہ، اپریل ۱۹۹۲، صفحہ ۱۵
- ۳۴۔ الرسالہ، ستمبر ۲۰۰۱، صفحہ ۵
- ۳۵۔ الرسالہ، مئی ۲۰۱۵، صفحہ ۳۳
- ۳۶۔ الرسالہ، مئی ۲۰۲۱، صفحہ ۲۲
- ۳۷۔ الرسالہ، اکتوبر ۱۹۹۹، صفحہ ۲۲
- ۳۸۔ الرسالہ، ستمبر ۲۰۰۵، صفحہ ۲۲
- ۳۹۔ الرسالہ، جون ۲۰۲۰، صفحہ ۸
- ۴۰۔ الرسالہ، اکتوبر ۲۰۰۷، صفحہ ۲۹
- ۴۱۔ الرسالہ، جولائی ۱۹۹۱، صفحہ ۴۰
- ۴۲۔ الرسالہ، مئی ۲۰۲۱، صفحہ ۲۵
- ۴۳۔ الرسالہ، اگست ۲۰۱۲، صفحہ ۲
- ۴۴۔ الرسالہ، اپریل ۱۹۹۲، صفحہ ۱۶
- ۴۵۔ الرسالہ، مئی ۲۰۱۴، صفحہ ۲۰
- ۴۶۔ الرسالہ، اپریل ۲۰۱۵، صفحہ ۳۱
- ۴۷۔ الرسالہ، جولائی ۲۰۱۵، صفحہ ۲۴
- ۴۸۔ الرسالہ، فروری ۲۰۱۸، صفحہ ۲۶
- ۴۹۔ الرسالہ، ستمبر ۲۰۰۵، صفحہ ۲۳
- ۵۰۔ الرسالہ، نومبر ۲۰۱۱، صفحہ ۲
- ۵۱۔ الرسالہ، ستمبر ۲۰۰۷، صفحہ ۵
- ۵۲۔ الرسالہ، ستمبر ۲۰۱۰، صفحہ ۱۰
- ۵۳۔ الرسالہ، اکتوبر ۲۰۰۸، صفحہ ۴۲
- ۵۴۔ الرسالہ، دسمبر ۱۹۹۸، صفحہ ۵
- ۵۵۔ الرسالہ، اپریل ۱۹۷۹، صفحہ ۲۰
- ۵۶۔ الرسالہ، مارچ ۱۹۹۶، صفحہ ۱۵
- ۵۷۔ الرسالہ، ستمبر ۲۰۱۵، صفحہ ۵
- ۵۸۔ الرسالہ، فروری ۲۰۲۰، صفحہ ۱۶
- ۵۹۔ الرسالہ، مارچ ۲۰۰۵، صفحہ ۸
- ۶۰۔ الرسالہ، جنوری ۲۰۰۳، صفحہ ۴

- ۷۱۔ الرسالہ، فروری ۲۰۱۳، صفحہ ۷
 ۷۲۔ الرسالہ، ستمبر ۲۰۱۹، صفحہ ۲۵
 ۷۳۔ الرسالہ، جنوری ۱۹۸۱، صفحہ ۴۱
 ۷۴۔ الرسالہ، نومبر ۱۹۹۷، صفحہ ۱۴
 ۷۵۔ الرسالہ، جولائی ۱۹۹۶، صفحہ ۲۰
 ۷۶۔ الرسالہ، مارچ ۱۹۹۹، صفحہ ۲۵
 ۷۷۔ الرسالہ، اکتوبر ۱۹۸۶، صفحہ ۲۸
 ۷۸۔ الرسالہ، اگست ۲۰۰۳، صفحہ ۴۱
 ۷۹۔ الرسالہ، ستمبر ۲۰۰۴، صفحہ ۳۰
 ۸۰۔ الرسالہ، مئی ۱۹۷۸، صفحہ ۱۲

- ۷۱۔ الرسالہ، فروری ۲۰۱۳، صفحہ ۷
 ۷۲۔ الرسالہ، ستمبر ۲۰۱۹، صفحہ ۲۵
 ۷۳۔ الرسالہ، جنوری ۱۹۸۱، صفحہ ۴۱
 ۷۴۔ الرسالہ، نومبر ۱۹۹۷، صفحہ ۱۴
 ۷۵۔ الرسالہ، جولائی ۱۹۹۶، صفحہ ۲۰
 ۷۶۔ الرسالہ، مارچ ۱۹۹۹، صفحہ ۲۵
 ۷۷۔ الرسالہ، اکتوبر ۱۹۸۶، صفحہ ۲۸
 ۷۸۔ الرسالہ، اگست ۲۰۰۳، صفحہ ۴۱
 ۷۹۔ الرسالہ، ستمبر ۲۰۰۴، صفحہ ۳۰
 ۸۰۔ الرسالہ، جولائی ۲۰۱۲، صفحہ ۴۲

کتابیات

- ۲۰۰۷: ستمبر (ص ۵): اکتوبر (ص ۲۹)
 ۲۰۰۸: جنوری (ص ۴): اگست (ص ۶): ستمبر (ص ۱۴): اکتوبر (ص ۲، ۲۲)
 ۲۰۰۹: جنوری (ص ۳): اپریل (ص ۸)
 ۲۰۱۰: ستمبر (ص ۱۰): نومبر (ص ۱۷)
 ۲۰۱۱: فروری (ص ۴۳): مارچ (ص ۳): ستمبر (ص ۴، ۱۱): نومبر (ص ۲)
 ۲۰۱۲: فروری (ص ۴۱): جون (ص ۳): جولائی (ص ۳۸، ۴۲): اگست (ص ۲، ۳۵)
 ۲۰۱۳: فروری (ص ۷): جولائی (ص ۳۱)
 ۲۰۱۴: مئی (ص ۲۰): نومبر (ص ۸)
 ۲۰۱۵: جنوری (ص ۸، ۲۰): اپریل (ص ۳۱): مئی (ص ۳۳): جون (ص ۳۲): جولائی (ص ۲۴): ستمبر (ص ۵)
 ۲۰۱۶: فروری (ص ۲۶)
 ۲۰۱۸: فروری (ص ۷، ۲۶)
 ۲۰۱۹: مئی (ص ۱۰): ستمبر (ص ۱۳، ۴۵)
 ۲۰۲۰: فروری (ص ۱۶): جون (ص ۸): اکتوبر (ص ۵)
 ۲۰۲۱: ماہ درج نہیں (ص ۸۸، ۱۰۲): مئی (ص ۲۲، ۲۵)
 ۲۰۲۲: ستمبر (ص ۵، ۳۹)
 ۲۰۲۳: جولائی (ص ۸)

- مولانا وحید الدین خاں، ماہنامہ الرسالہ (اردو)، نئی دہلی۔ اس مضمون میں درج ذیل شماروں سے استفادہ کیا گیا:
 ۱۹۷۸: مئی (ص ۱۲): اگست (ص ۵): ستمبر (ص ۱۴)
 ۱۹۷۹: اپریل (ص ۲۰): دسمبر (ص ۲۰)
 ۱۹۸۱: جنوری (ص ۴۱): جون (ص ۳۰)
 ۱۹۸۲: جولائی (ص ۲۹)
 ۱۹۸۶: اکتوبر (ص ۲۸)
 ۱۹۸۸: جولائی (ص ۳۱)
 ۱۹۸۹: مئی (ص ۵)
 ۱۹۹۱: جولائی (ص ۴۰)
 ۱۹۹۲: اپریل (ص ۱۵، ۱۶): اکتوبر (ص ۸)
 ۱۹۹۵: ستمبر (ص ۴)
 ۱۹۹۶: مارچ (ص ۱۵): جون (ص ۲۲): جولائی (ص ۲۰)
 ۱۹۹۷: نومبر (ص ۱۴)
 ۱۹۹۸: دسمبر (ص ۵)
 ۱۹۹۹: مارچ (ص ۴۵): اکتوبر (ص ۲۲)
 ۲۰۰۱: ستمبر (ص ۵)
 ۲۰۰۳: جنوری (ص ۴): اگست (ص ۴۱)
 ۲۰۰۴: ستمبر (ص ۳۰)
 ۲۰۰۵: مارچ (ص ۸): ستمبر (ص ۲۲، ۲۳)

۲۰۲۵: جولائی (ص ۶)